بسلسلہ دارالاشاعت اترولہ ۴۷

جَنّاتُ المَعَارِفُ

باب

حقیقت وضو

مصنفہ

ابن عالم ربانی حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام مولانا سید راحت حسینی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

گوپال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المعصومین

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف رسلہ محمد والہ

اما بعد واضح ہو کہ نماز پنجگانہ اور طواف واجب کیلئے وضوء واجب ہے اور اسکی صحت کیلئے شرط ہے یعنی بغیر وضوء کے نہ نمازیں صحیح ہیں نہ طواف اور نماز کیلئے وضوء کے واجب ہونے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ حکم بنص قرآن ثابت ہے ؛ خداوند عالم سورہ مائدہ آیت ۶ پارہ ۶ میں ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین یعنی اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کیلئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو دھوئی اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو سر کا اور پیروں کا ٹخنوں تک ۔ البتہ طریقہ وضوء میں اہلسنت نے شیعوں سے اختلاف کیا ہے ۔ کیونکہ اختلاف ہی سے فرقے پہچانے جاتے ہیں ورنہ اگر اختلاف عمل نہ ہو تو فرقے کہاں رہ جائیں گے اور وضو ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی باتوں اہلسنت نے شیعوں سے اختلاف کیا ہے چنانچہ اہلسنت کے عالم علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علماء کا قول ہے کہ چونکہ روافض کے مذہب میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہے اسلئے انکی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں ۔ شرح وقایہ برجندی جلد ا ص ۱۰۳ سطر ۱۱ چھاپہ نولکشور کتاب الصلوۃ ۔ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا رسول کی پیروی کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ رسول ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے ورنہ اگر پیغمبر اسلام ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوتے تو علامہ موصوف یہی لکھتے کہ چونکہ رسول ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے اسلئے ہم لوگ بھی پڑھتے ہیں لیکن انہوں نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ شیعوں کی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کے چاروں فرقوں میں بھی ہاتھ باندھ

(شیعوں کی مخالفت اہلسنت کے مذہب کا اہم رکن ہے)

با ندھ کر نماز پڑھنے میں بڑا اختلاف ہے تفصیل کیلئے رسالہ بسط الیدین مصنفہ سرکار والا العلام اعلیٰ اللہ مقامہ
ہم اس کو پسند نہیں کرتے
ملاحظہ فرمائیے — [illegible]
اور ملا علی قاری امام ابو حنیفہ کی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ سلام مسلمانوں کا تحفہ ہے اور السلام
علیہ اور علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن علی علیہ السلام کہنا چونکہ شیعوں کی عادت
میں داخل ہے اسلئے اسطرح کہنا اچھا نہیں ہے (شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص ۱۵۲) غالبا اسی بناپر
اہلسنت حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں کہ آیت ہو الذی یصلی علیکم الخ
اور امام اہلسنت نووی نے لکھا ہے کہ صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں
انگوٹھی پہننا افضل ہے کیونکہ داہنا ہاتھ اشرف ہے اور اشرف زینت کا زیادہ حقدار
ہے (صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الزینہ باب تحریم خاتم ذہب ص ۱۹۷ حاشیہ سطر ۱۲ چھاپہ
کشوری) لیکن صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ چونکہ شیعوں نے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی
پہننے کی عادت کرلی ہے اسلئے اس ہاتھ میں پہننے سے پرہیز کرنا واجب ہے (جامع
ترمذی حاشیہ ع ۱ و ۲ چھاپہ اصح المطابع ص ۲۲۶)

اور وضو کے متعلق جو اختلافات ہیں انکا بیان عنقریب آتا ہے ان تحریروں سے آپ
سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کے مذہب کی بنیاد کن باتوں پر قائم ہے لیکن شیعوں کے
مذہب میں ایک چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کے متعلق بھی کوئی ثابت نہیں کرسکتا ہے کہ
اسکی بنیاد کسی کی مخالفت یا موافقت یا ذاتی و سیاسی اغراض پر قائم کی گئی ہو بلکہ
بلکہ اس مذہب کے تمام اصول و فروع کتاب و سنت و اجماع و عقل پر قائم ہیں —
کتاب سے مقصود وہ دستور الٰہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور بتواتر ہم تک پہنچا
ہے جسمیں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور اگرچہ بعض سنی اور شیعہ علماء نے کچھ روایتیں تحریف
قرآن سے متعلق کتابوں میں نقل کی ہیں لیکن تواتر قرآن کے مقابلے میں ان روایتوں
کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا — اور سنت سے مقصود ہمارے پیغمبر کا قول و فعل و تقریر معصوم

[illegible]

[illegible]

ہے اور بجز معدودہ چند حدیثوں کے مذہب امامیہ کی کل حدیثیں ائمہ علیھم السلام تک منتہی ہوتی ہیں اور ائمہ علیہم السلام سے ...... روایت حضرت پیغمبر خداؐ تک منتہی ہوتی ہیں

اور اجماع سے وہ اجماع مقصود ہے جسمیں معصوم بھی داخل ہوں اور دلیل عقل سے وہ ادلہ عقلیہ مقصود ہیں جنکی ممانعت معصوم نے نہ کی ہو ورنہ رائے اور قیاس و استحسان و مصالح مرسلہ وغیرہ کہ یہاں حجت نہیں ہیں لہذا مذہب شیعہ تمام تر کتاب خدا اور سنت رسول سے ماخوذ ہے اور سنت رسول بتوسط ائمہ معصومین ۴ دہم تک پہونچی ہے

اور ائمہ اہلبیت وہ ہیں جنکے متعلق قرآن مجید میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا (پارہ ۲۲ سورہ احزاب ایت ۳۲) یعنی اے اہلبیت رسول خدا تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمسے ہر طرح کی برائیوں کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے

جملہ مفسرین سنی اور شیعہ نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت آل محمد علیھم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ ازواج پیغمبر بھی اس آیت کی تحت میں داخل ہیں یا نہیں حالانکہ اگر ازواج رسول کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو سیاق آیت کے مطابق چاہئے تھا کہ اسمیں خداوند عالم ضمیریں سب مونث کی لاتا کیونکہ اس آیت سے قبل اور بعد کی آیتوں میں کل ضمیریں مونث کی لائی گئی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے یہ آیت یہاں کی نہیں ہے نہ ازواج اسمیں داخل ہیں بلکہ بمصلحت یہ آیت ازواج کے ذکر میں لاکر ڈال دیگئی ہے۔ اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں قرآن میں آل محمدؐ کی مدح و ثنا میں نازل ہوئی ہیں اور حضرت پیغمبر خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی یہ روایت متواتر ہے اور صحاح ستہ میں بھی بہت سے اسناد کے ساتھ نقل کی گئی ہے یعنی ہم تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتے ہیں جبتک تم ان دونوں کو پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک تو کتاب خدا اور دوسرے اپنی

عترت (یعنی آل محمد علیہم السلام) کنز العمال جلد اول صفحہ ۴۴ باب اعتصام بالکتاب والسنۃ و ترمذی ونسائی ومسلم وغیرہ

اور حضرت رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ ستارے اہل زمین کیلئے غرقابی سے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کیلئے اختلاف کے وقت میں امان ہیں پس اگر میری امت کا کوئی گروہ (دینی امور میں) میرے اہلبیت کی مخالفت کریگا تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو کر [illegible] شیطان کے گروہ میں داخل ہوجائے گا (امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۹ میں اسی حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر شیخین نے اپنی کتاب میں درج نہیں کی ہے اور سید ہاشم بحرانی نے غایۃ المرام میں کتاب موفق ابن احمد سے اور انہوں نے ابو لیلی سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ عنقریب ہمارے بعد فتنہ اٹھے گا پس تم لوگ اسوقت علی ابن ابیطالب کا دامن پکڑ لینا اسلئے کہ وہی فاروق اکبر اور حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے غرض اسی طرح سے اطاعت و پیروی اہلبیت اور فضائل آل محمد میں بے شمار حدیثیں فریقین کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے ہر انصاف پسند مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ دین اسلام کا صحیح راستہ اگر مل سکتا ہے تو اہلبیت کی پیروی سے اور انکا دامن پکڑنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خطا اور غلطی اور حب دنیا سے پاک اور بے نیاز ہیں اور شیعوں نے دین خدا کو اہلبیت سے لیا اور انکی پوری پیروی کی یہانتک کہ دین کے کسی کلی یا جزئی امر میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہیں دیا جس سے ہر شخص صاف صاف نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حقیقی اسلام اور صحیح طریقہ پیغمبر خدا وہی ہے جس پر شیعہ گامزن ہیں اور اور شیعہ درحقیقت وہی جماعت ہے جو زمانے رسول میں مسلمان اور مومن اور حضرت علیؑ کی محبت کی وجہ سے شیعہ علیؑ کہی جاتی تھی لیکن جب بعد پیغمبر اسلام دولت و حکومت کا بھوت امت والوں کے سر پر سوار ہوا اور سیاسی اسلام رکھنے والوں کی جماعت کھل

(دین اسلام کا صحیح راستہ صرف پیروی اہلبیت سے مل سکتا ہے)

کہ سیاست کے میدان میں ابتری اور ذاتی اغراض کی تحت میں مختلف فرقوں اور مختلف مذاہب
کی بنیادیں قائم ہونے لگیں کوئی کسی راہ پر چلا اور کسی نے کوئی راستہ اختیار کیا تو حقیقی پیروان اسلام نے
بروایت پیغمبر خدا کے مطابق حضرت فاروق اکبر امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کا صاف اور
پاکیزہ دامن پکڑ لیا اسلئے اب عام طور سے یہ جماعت شیعہ علی کے نام سے یاد کی جانے لگی حضرت رسول اللہ
کے زمانے میں سچے مسلمان جنسے انکا خدا اور خدا کا رسول راضی تھا شیعیان علی تھے اور خود پیغمبر نے شیعوں
کی مدح کی ہے چنانچہ اہلسنت کے بہت بڑے عالم علامہ سیوطی جنکی کتاب تاریخ الخلفاء بہت مشہور ہے اپنی
اپنی تفسیر در منثور میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ان الذین آمنوا
وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال
کئے وہی لوگ بہترین خلائق ہیں (پارہ ۳۰ رکوع ۲۲) تو رسول اللہ ص نے فرمایا کہ اے علی وہ لوگ تم اور
تمہارے شیعہ ہیں۔ اور علامہ سید ہاشم بحرانی نے غایۃ المرام میں مناقب ابن مغازلی شافعی سے
بسند انس بن مالک روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ ہماری امت سے ستر ہزار
آدمی بغیر حساب داخل جنت ہونگے اور پھر علی ع کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ وہ لوگ تمہارے
شیعوں میں سے ہونگے اور تم انکے امام ہو اور صاحب غایۃ المرام نے مناقب خوارزمی
سے نقل کیا ہے حضرت رسول اللہ ص نے حضرت علی ع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمہارے شیعے
نور کے ممبر پر ہونگے الخ یہ حدیث بہت طویل ہے (جلد ۲ باب ۹۱
تذکرہ خواص الامہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نظر رسول اللہ ص
الی علی بن ابیطالب فقال ھذا و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ یعنی حضرت رسول اللہ
نے علی ع کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ یہ علی اور اسکے شیعے یہی روز قیامت رستگار ہونگے
غرض کہاں تک روایتیں نقل کروں اگر کل حدیثیں نقل کی جائیں تو دفتر ہو جائے جسے مطالعہ کرنا
ہو تفسیر شواہد التنزیل وحلیۃ الاولیاء ومودۃ القربی وغیرہ کا مطالعہ کرے اس مقام پر اگر
اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب خود بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے شیعوں کے فضائل میں

(زبان پیغمبر اسلام اور شیعوں کی مدح)

پیغمبر خدا کی بے شمار حدیثیں پڑھیں اور اپنی کتابوں میں نقل کیں تو وہ خود شیعہ کیوں نہ ہوگئے
تو اولاً میں یہ عرض کروں گا کہ بڑے بڑے علمائے یہود و نصاریٰ نے توریت و انجیل میں
حضرت پیغمبر خدا کے متعلق پیشگوئیاں پڑھیں اور حضرت کو اچھی طرح پہچانا تو خود وہ مسلمان
کیوں نہ ہوگئے اور ثانیاً یہ عرض کروں گا کہ جمی ہوئی حکومت و ریاست اور اندھے پر اٹھنے کا ٹھکرانا
اور قوم و قبیلہ بیوی بچے خاندان املاک و جائداد سب کا چھوڑ کر خدا کی راہ اختیار کرنا کوئی
آسان کام نہیں ہے پھر بھی جنکے دل میں خدا نے نور دیا انہوں نے سب کو ٹھکرا کر علی کا
دامن پکڑ ہی لیا اور ہزاروں انسان آج تک روزانہ مذہب حقہ قبول کرتے جا رہے ہیں
یہ حق کی قوت نہیں تو کیا ہے

(اجلہ علمائے اہلسنت کا اعتراف کہ بہت سے اصحاب رسول شیعہ تھے)

علامہ ابن قتیبہ اپنی کتاب المعارف میں لکھتے ہیں کہ عمر بن الحمق قبیلہ خزاعہ سے
ہیں حجۃ الوداع میں انہیں رسول اللہ سے بیعت ہوئی تھی اسکے بعد آپکی صحبت میں
رہے اور حدیثیں سنیں یہ کوفہ کے رہنے والے اور شیعہ علی میں تھے
پھر حجر ابن عدی رضہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ابو عبد الرحمٰن کنیت کرتے تھے وفد
میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے قادسیہ۔ جمل اور
صفین کی لڑائی میں علی رضہ کے ساتھ تھے معاویہ نے انکو اور چند شخصوں کو
دھوکے سے قتل کر دیا انکے دو بیٹے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن بھی شیعہ تھے ۔
اور علامہ شہید نور اللہ شوستری عالم شیعہ اپنی کتاب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ
ابن قتیبہ جو مشاہیر علماء اہلسنت سے تھے لکھا ہے کہ اٹھارہ آدمی صحابہ
میں سے شیعہ تھے جنمیں سلمان کو بھی شمار کیا ہے (مجالس المومنین مجلس ۳
ذکر سلمان فارسی ان تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے جلیل القدر اصحاب
رسول شیعہ تھے جسکا اہلسنت کو بھی اعتراف ہے لیکن مذہب اہلسنت والجماعت

(مذہب اہلسنت صحیح ہے)

اور اسکے کل فرقے جو پیدا ہین یہاں تک کہ یہ نام بھی جدید ہے رسول کے زمانے مین یہ نام نہ تھا دنیا
اہلسنت کے عالم ملا علی قاری شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص ۶۲ مین لکھتے ہین کہ ابوالحسن اشعری
کے ترتیب دادہ اصول و فروع پر علماء چلتے رہے یہاں تک کہ اس مذھب کا نام اہلسنت والجماعت
قرار پاگیا الجماعت معاویہ سے لیا گیا اور اہلسنت سنت شیخین کی پیروی سے ہے
اور واضح رہے کہ ابوالحسن اشعری سنہ ۲۷۰ھ مین پیدا ہوئے اور ۳۲۴ھ مین انکا انتقال
ہوا اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان مین اور شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین
چھاپہ مجتبائی دہلی مین لکھتے ہین کہ مذھب اہلسنت کے راس و رئیس ابوالحسن اشعری
ہین اور شاہ صاحب مذکور شرح مشکوۃ مین ... لکھتے ہین کہ لقب اہلسنت والجماعت
حادث ہے یعنی تازہ ہے اسی وجہ سے اکثر اہلسنت اپنے کو اشعری کہتے ہین
کیونکہ ابوالحسن اشعری کے ترتیب دئے ہوئے اصول پر چلتے ہین
نیز محدث دہلوی صاحب لکھتے ہین کہ مشہور فرقے تین ہین حنفی ۔ شافعی ۔ مالکی
اور ان تینون مذاھب کی بنیاد فاروق (یعنی خلیفہ دوم) کے اجماعی مسئلے ہین اور
ان تینون مذھبون کی بڑی کتابون مین علی مرتضی ؑ کی حدیثیں بہت تھوڑی ہین
خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعون کا مذھب اور اسکے کل اصول و فروع وہی ہین جو پیغمبر خدا کے تھے
چنانچہ انکی نماز اور وضو بھی محمد و آل محمد کی نماز و وضو سے مطابق ہین اور ترتیب وضو
کے متعلق جتنے اختلافات بھی مسلمانون مین نظر آتے ہین وہ سب بعد مین پیدا ہوئے ہین اور
زبردستی پیدا کئے گئے ہین کیونکہ نہ قرآن مجید انکو قبول کرتا ہے نہ احادیث پیغمبر

(تفسیر آیت وضو بطریق اہلسنت)

یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ یعنی ۔ اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو ۔

امام ابوحنیفہ صاحب نے سنہ ۱۵۰ھ مین انتقال کیا اور امام مالک نے سنہ ۱۷۹ھ مین انتقال کیا اور
امام شافعی نے سنہ ۲۰۴ھ مین انتقال کیا اور امام احمد ابن حنبل نے سنہ ۲۴۱ھ مین انتقال کیا

اگرچہ لفظ ارادہ ظاہر بظاہر اس آیت میں موجود نہیں ہے بلکہ آیت سے جو معنی ظاہر ہوتا ہے
وہ صرف اتنا ہے کہ اے مومنو جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو فاغسلوا وجوھکم الخ
پس اپنے منہ کو دھوؤ لیکن ظاہر ہے کہ نماز شروع کر دینے کے بعد وضوء کرنے کا
کوئی معنی نہیں ہے کیونکہ طہارت قبل نماز ہونی چاہئے لہذا ابن عباس اور تمام مفسرین
نے آیت میں ارادہ کی لفظ پوشیدہ مانی ہے اور آیت کا سیاق بھی یہی بتاتا ہے اور
قرآن میں اسکی نظیریں اور بھی موجود ہیں مثلاً خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ فاذا قرأت
القرآن فاستعذ باللہ الخ یعنی جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ الخ کہہ لیا کرو
علماء اہلسنت سے تعجب ہے کہ اس آیت میں انہوں نے ظاہری معنی کو چھوڑ کر ارادہ کی
لفظ کیونکر پوشیدہ مان لی انکو تو اپنے مسلک کے مطابق یہ چاہئے تھا کہ الفاظ قرآن کی پابندی
کرتے اور جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو وضوء شروع کر دیتے جیسا کہ انہوں نے ہاتھ دھو
اور پاؤں کا مسح کرنے کے متعلق سمجھا ہے اور کرتے ہیں
دوسری بات اس آیت میں قابل ذکر یہ ہے کہ آیت کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے
وضوء کرنا ضروری ہے چاہے وضو سے ہوں یا نہوں چنانچہ عکرمہ اور داؤد نے اسی قول کو
اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ پیغمبر خدا ص اور حضرت امیر المومنین ع اور دیگر اصحاب ہر نماز کیلئے
وضو کرتے تھے لیکن ابن عباس اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ
جب تم نماز کا ارادہ کرو اور وضو سے نہ ہو تو وضو کر لیا کرو۔ صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں
کہ یہی صحیح ہے اور اسکو تمام فقہاء نے اختیار کیا ہے ہاں ہر نماز کیلئے وضو کر لینا مستحب
ہے دیکھتے جائیے کہ اس مسئلہ میں بھی علماء اہلسنت میں اختلاف ہے
فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق ۔ پس دھوؤ تم اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک
امام ابو حنیفہ صاحب اور انکے اصحاب اور شعبی اور زہری اور حسن اور قتادہ نے کہا ہے
کہ اس آیت میں لفظ وجہ سے منہ کا وہ حصہ مراد ہے جو دیکھنے والے کے سامنے ہوتا ہے

اور شافعی اور انس ابن مالک اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ سر کے بال اگنے کی جگہ سے ٹھوڑی تک
لمبائی میں اور چوڑائی میں کان کی طرف کا جو حصہ سامنے سے دیکھنے والے پر ظاہر رہتا ہے یہ منہ کی
حد ہے۔ لیکن ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے منہ کی حد جسکا وضو میں دھونا واجب ہے یہ بیان
فرمائی ہے کہ مَا دَارَتْ عَلَیْہِ الْوُسْطٰی وَالْاِبْھَامُ مِنْ قُصَاصِ شَعْرِ الرَّاْسِ اِلَی الذَّقْنِ۔ یعنی منہ کی حد لمبائی اور
چوڑائی میں اتنی ہے جسکو بیچ والی انگلی اور انگوٹھا سر کے بالوں کے نکلنے کی جگہ سے ٹھوڑی
تک (ہاتھ کھینچے چلے آنے تو) گھیر لے جیسا کہ زرارہ رح نے بسند صحیح حضرت امام محمد باقر
علیہ السلام سے روایت کیا ہے (مستمسک عروی جلد ۱) اور واجب ہے کہ اوپر سے نیچے کی طرف
دھوتا ہوا آئے اجماع اور احادیث معصومین علیہم السلام سے یہاں ثابت ہے۔ وایدیکم
الی المرافق۔ یعنی دھوؤ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ الی کے معنی "تک" کے ہیں لیکن
واحدی اور بہت سے مفسرین نے اس آیت میں الی کی لفظ کو (مع) کے معنی میں لیا ہے
اور مع کے معنی ساتھ کے ہیں پس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ دھوؤ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں
کے ساتھ یعنی کہنیوں کو بھی دھوؤ اور اکثر فقہاء کا مذہب یہی ہے لیکن زجاج نے کہا ہے
کہ الی یہاں پر تک کے معنی میں ہے لہذا ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور کہنیوں کو
چھوڑ دو۔ لیکن امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ کہنیوں کو بھی دھونا چاہئے۔ اس مسئلہ میں
واضح ہو کہ چونکہ آیت کی ظاہری ترتیب یہ ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ لہذا فقہائے اہلسنت
نے اسکے معنی یہ سمجھے ہیں کہ وضوء میں ہاتھوں کو دھونے کے وقت انگلیوں سے ابتدا کرنی
چاہئے اور کہنیوں پر ختم کرنا چاہئے حالانکہ یہ بالکل خلاف فطرت اور خلاف عرف ہے اور ہر صاحب
عقل سمجھ سکتا ہے کہ لفظ الی المرافق سے مقصود پروردگار ترتیب وضوء کا بیان کرنا نہیں ہے
بلکہ اس سے صرف دھوئے جانے والے عضو کی حد کو بیان کرنا مقصود ہے یعنی یہ کہ وضوء
میں ہاتھ کتنا دھونا چاہئے پورا یا آدھا۔ اور یہ قرآن مجید کی فصاحت ہے کہ اس مضمون کو
اس نے کم سے کم الفاظ میں بیان کیا ہے ورنہ اگر خداوند عالم یوں فرماتا کہ وایدیکم

الی الاصابع یعنی ہاتھوں کو انگلیوں تک دھوؤ تو پھر یہ سوال رہ جاتا کہ کہاں سے دھویا
جائے شانے سے یا کہنیوں سے اور کہاں تک دھویا جائے انگلیوں کی جڑ تک یا انگلیوں
کے سرے تک تو اسکے لئے اتنی عبارت اور بڑھانا پڑتی کہ من المرافق الی رؤس
الاصابع یعنی کہنیوں سے انگلیوں کے سرے تک اور بے ضرورت عبارت بڑھ جاتی
جو فصاحت کے خلاف ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اتنے الفاظ بڑھانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ
صرف الی کی جگہ پر لفظ مِن لانے سے مقصد پورا ہوجاتا یعنی یوں فرماتا کہ ایدیکم
من المرافق۔ یعنی ہاتھوں کو کہنیوں سے دھوؤ کیونکہ یہ تو سمجھنے والے خود سمجھ
جاتے کہ انگلیوں کے سرے تک دھونا چاہیئے تو میں عرض کروں گا کہ برادران اہلسنت
نہیں سمجھتے بلکہ کوئی یہ سمجھتا کہ کہنیوں سے شانے تک دھوؤ اور کوئی سمجھتا کہ
کہنیوں سے گٹے تک اور کوئی سمجھتا کہ ہتھیلی کے آخری حد تک اسلئے الی رؤس الاصابع
کہنا ضروری تھا اور اسمیں بے ضرورت الفاظ بڑھ جاتے پس خداوند عالم نے صرف الی
المرافق فرمایا لفظ ایدی نے ہاتھ کے نچلے حصہ کو معین کردیا اور مرافق نے ہاتھوں
کی حد بیان کردی اور توضیح و تفسیر کیلئے محمد و آل محمد تو موجود ہی تھے نیز سیدھا الٹا تو
فطرت سلیم بھی بتا دیتی ہے مثلاً ہم لوگ روزانہ بولتے ہیں کہ سر سے پاؤں تک
گرد میں اٹ گئے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سر سے گرد پڑنا شروع ہوئی اور پاؤں پر
ختم ہوئی کیونکہ زیادہ تر تو موٹروں گاڑیوں حیوانات و انسان کے چلنے سے یا ہوا کے جھونکوں
سے گرد زمین ہی سے اٹھتی ہے اور رفتہ رفتہ اونچی ہوکر سر تک پہونچتی ہے اسی لئے جبکہ
انسان کے پاؤں اور جوتے پر گرد پڑتی ہے سر اور ٹوپی پر نہیں پڑتی ہے اور کبھی ایسا
بھی ہوتا ہے کہ یکدم گرد سارے جسم کو ڈھانک لیتی ہے حالانکہ بولنے کو
ہمیشہ یہی بولتے ہیں کہ سر سے پاؤں تک گرد میں بھر گئے تو اسکا مقصد صرف اتنا
ہوتا ہے کہ سارا جسم گرد میں بھر گیا گرد پڑنے کی ترتیب کا بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

اور کبھی الی یعنی تک کی لفظ سے انتہا کے معنی ہی مقصود ہوتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ گھر سے بازار تک
گئے یا یہ کہ آستین کہنیوں تک اٹھالی) اور اسی قسم میں داخل ہے قول پروردگار وامسحوا برؤسکم
وارجلکم الی الکعبین یعنی مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا کعبین تک جسکی تائید حدیثوں سے
بھی ہوتی ہے اور عرف و فطرت سے بھی غرض یہ کہ الفاظ کے معانی سمجھنے کیلئے صرف لغت پر ہی
بھروسہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ عرف و فطرت کو بھی اسمیں بہت دخل ہے مثلاً اگر خداوند عالم پاؤں کے
مسح کے متعلق بجائے ٹخنوں تک دھونے کے یوں فرماتا کہ مسح کرو پاؤں کا گھٹنوں تک تو
برادران اہلسنت گھٹنوں تک کیونکر دھوتے۔ غرض یہ کہ کتاب و سنت و اجماع و عقل چاروں
دلیلوں سے ثابت ہے کہ وضوء میں ہاتھوں کے دھونے کی ابتداء کہنیوں سے کرنی چاہئے اور
انگلیوں کے سرے تک دھونا چاہئے اور الٹا وضوء جائز نہیں ہے اور شیعوں کا مسلک یہی
ہے ھیثم بن عروۃ تمیمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت
سے قول پروردگار فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق کے معنی پوچھے اور انگلیوں سے
کہنی تک میں نے اپنا ہاتھ پھیر کر دکھایا تو حضرت نے فرمایا کہ اس آیت کی تنزیل اسطرح
نہیں ہے بلکہ یہ آیت یوں نازل ہوئی ہے فاغسلوا وجوھکم وایدیکم من المرافق اسکے
بعد حضرت نے کہنی سے انگلیوں کے سرے تک اپنا ہاتھ پھیر کر دکھایا اس مضمون کی
اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں دیکھئے (مستدرک جلد اول وسائل الشیعہ وغیرہ) یہ حدیثیں صحیح
و مسند ہونے کے علاوہ قرآن و عقل کے مطابق بھی ہیں لہذا انکے مقابلے میں وہ حدیثیں ہرگز
قبول کرنے کے قابل نہیں ہیں جو علاوہ ضعیف ہونے کے قرآن و عقل کے بھی خلاف ہیں
وامسحوا برؤسکم = مسح کے معنی ہیں عضو کو پانی سے اسطرح تر دینا کہ عضو پر پانی جاری
نہ ہو اور غسل کہتے ہیں عضو کو اسطرح دھو دینا کہ اس پر پانی جاری ہو جائے اہلسنت کے
امام ابوحنیفہ صاحب نے کہا ہے کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے اور امام مالک کا
فتوی یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے (تفسیر مجمع البیان) اس مسئلہ میں بھی علماء اہلسنت میں
اختلاف ہے

(تفسیر قمی)

تفسیر شیعہ :- اجماع امامیہ اس امر پر قائم ہے کہ سر کا مسح سر کے چوتھائی اگلے حصہ پر ہونا چاہئے ۔ اور صحیح السند حدیثیں بھی اسی کو بتاتی ہیں جیسا کہ محمد بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مسح الراس علی مقدمہ یعنی سر کا مسح سر کے اگلے حصہ پر ہونا چاہئے اور مرسلہ حماد میں امام علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت سے سوال کیا کہ ایک شخص وضو کر رہا ہے اور اس کے سر پر عمامہ ہے تو کیا کرے فرمایا کہ عمامہ کو اسقدر اٹھا لے کہ اسکی انگلیاں داخل ہو سکیں پھر اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کرے (مستمسک العروی جلد اول)

وارجلکم الی الکعبین :- اصل آیت یوں ہے فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق یعنی دھوؤ اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک ۔ وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک :- فاغسلوا کے معنی ہیں دھوؤ اور وامسحوا کے معنی ہیں مسح کرو۔ خداوند عالم نے منہ اور ہاتھوں کو فاغسلوا کے تحت میں بیان کیا ہے اور سر اور پاؤں کو وامسحوا کے تحت میں بیان کیا ہے ۔ لیکن مفسرین اہلسنت ابو علی فارسی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں ارجلکم الی الکعبین کا جملہ اگرچہ وامسحوا کے بعد ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ جملہ درحقیقت وامسحوا کے حکم میں داخل نہیں ہے بلکہ یہ فاغسلوا کے تحت میں ہے جسکے معنی ہیں دھوئے کے لہذا پاؤں کو بھی دھونا چاہئے اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں انہوں نے قواعد نحو سے اور احادیث وغیرہ سے مدد لی ہے جن کا مع جواب کے باختصار تحریر کرتا ہوں تاکہ میرا موضوع تشنہ نہ رہ جائے پہلی کوشش تو انلوگوں نے یہ کی ہے جنھوں نے ارجلکم کے لام کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ وامسحوا کے تحت میں ہوتا تو چونکہ بروسکم پر (ب) داخل ہے جسکی وجہ سے اسکی (سین) کو زیر ہے اسلئے ارجلکم کے لام کو بھی قاعدۃً زیر ہونا چاہئے کیونکہ دونوں معطوف اور معطوف الیہ واقع

ہوئے ہیں

اور انکا اعراب ایک طرح کا ہوتا ہے حالانکہ ارجلکم کے لام کو زبر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ ایدیکم پر معطوف ہے چنانچہ جسطرح سے وجوھکم کے (ہ) کو اور ایدیکم کے (ی) کو زبر ہے اسی طرح ارجلکم کے لام کو بھی زبر ہے لہذا جو حکم منہ اور ہاتھ کا ہے وہی پاؤں کا بھی ہونا چاہئے ۔۔

جواب اسکا یہ ہے کہ ہر زبان میں یہ قاعدہ جاری ہے کہ کلام میں نزدیک کے الفاظ کو زیادہ ربط اور اثر ہوتا ہے بنسبت دور کے الفاظ کے مثلاً اگر میں کہوں کہ مارا میں نے زید کو اور عمر کو اور عزت کی میں نے بکر کی اور خالد کی تو اس سے سمجھنے والا یہی سمجھے گا کہ زید اور عمر نے مار کھائی اور بکر اور خالد کی عزت کی گئی پس اگر میں کہوں کہ آپ آخری جملے میں لفظ خالد کو بکر پر معطوف نہ کیجئے بلکہ زید اور عمر پر معطوف کیجئے اور معنی یوں سمجھئے کہ مار کھائی زید اور عمر اور خالد نے اور عزت کی گئی صرف بکر کی تو سننے والا فوراً کہے گا کہ تجھے بولنے کی تمیز نہیں ہے کیونکہ کلام میں جب ایک جملہ ختم ہو گیا اور دوسرا جملہ اور دوسرا مضمون شروع ہو گیا تو ایک لفظ لا کر نزدیک کے جملے کو چھوڑ کر دور کے الفاظ سے اوسے ربط دینا اور بے سبب معطوف کرنا درست نہیں ہے جب ہماری گفتگو میں یہ بات معیوب ہے تو اگر کلام پروردگار میں اسی قسم کی ترکیب ہو تو اسکے متعلق آپ کیا کہیں گے اور اسکی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کہاں جائے گا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم فرمائے تو یوں کہ دھوؤ اپنے منہ اور ہاتھوں کو اور مسح کرو اپنے سر اور پاؤں کا لیکن مطلب اسکا یہ ہو کہ دھوؤ اپنے منہ اور ہاتھوں اور پاؤں کو اور مسح کرو سر کا کجا آسمان اور کجا ریسمان

اب اگر آپ کہیں کہ ارجلکم کے لام کو جو زبر ہے اسکا کیا جواب ہے تو عرض کروں گا کہ ارجلکم کے لام کو زبر اسلئے ہے کہ یہ معطوف ہے برؤسکم کے محل پر اور برؤسکم درحقیقت محلاً مفعول واقع ہوا ہے اور مفعول کو زبر ہوتا ہے لیکن رؤسکم پر چونکہ (ب) داخل ہوئی ہے اسلئے اسکو زیر ہو گیا ہے ورنہ اسکو بھی زبر ہوتا اور اسکی کا کلام عربی زبان میں بہت زیادہ رائج ہے

کہ اولاً یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آیت میں ارجلکم کے لام کو زبر ہی ہے زیر نہیں ہے حالانکہ بعض قاریوں نے اسکو زیر کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور اگر بالفرض زبر ہی ہو تو فرض کر و جائیں کہ

ور خداوند عالم سورہ پارہ ۵ آیت ۳ من ارشاد فرماتا ہے کہ ان اللّٰہَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ
اس آیت میں ورسولُہ کا عطف لفظ اللّٰہ پر ہے جسکی (ہ) کو زبر ہے لہٰذا رسولہ کے لام کو بھی زبر
ہونا چاہئے تھا حالانکہ رسولہ کے لام کو پیش ہے اسلئے کہ در حقیقت اسکا عطف لفظ اللہ کے محل پر ہے اور
اور محلاً وہ مرفوع ہے

مثلاً بولتے ہیں کہ لیس فلانٌ بقائمٍ ولا ذاھبًا اسمیں قائمًا کو اصل میں زبر ہونا چاہئے لیکن (ب) کے
داخل ہونے کی وجہ سے زیر ہوگیا لیکن ذاھبًا کو چونکہ محل قائمًا پر عطف کیا گیا ہے اسلئے اسکو زبر
ہے خلاصہ یہ کہ اسکا عطف رؤسکم پر ہے لہٰذا جو سر کا حکم ہے وہی پاؤں کا بھی ہوگا یعنی مسح کرنا
اور ابن کثیر اور حمزہ اور عاصم وغیرہ ارجلکم کے لام کو زیر پڑھا ہے لہٰذا اس قرائت کے مطابق
بھی معنی بنانے کی کوشش کی گئی ہے ابوزید اور ابو علی فارسی نے کہا ہے کہ اس صورت میں
اگرچہ عطف اسکا برؤسکم پر ہے اور حکم مسح میں یہ بھی داخل ہے لیکن پاؤں کے مسح کا
معنی ہوگا (خفیف دھونا) اور اسکی تائید میں یہ کہا ہے کہ خدا نے دھونے والے عضو
یعنی ہاتھوں کی حد بیان کی ہے یعنی کہنیوں تک دھوؤ اور مسح والے عضو کی یعنی سر کی
کوئی حد نہیں بیان کی ہے اسکے بعد پھر پاؤں کی حد بیان کی ہے کہ کعبین تک مسح کرو
پس چونکہ محدود کو محدود سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے اسلئے پاؤں کا بھی وہی حکم ہونا
چاہئے جو سر کا ہے یعنی دھونا میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اسی قسم کی مناسبت تلاش کرنا ہے تو اس سے بہتر یہ
جناب سید مرتضیٰ علم الھدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے جواب میں فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے دھوئے
جانے والے اعضا میں پہلے عضو کو غیر محدود رکھا ہے یعنی منہ کے دھونے کی کوئی حد نہیں بیان
کی ہے اور ہاتھوں کی حد بیان کی یعنی پہلا عضو غیر محدود ہے دوسرا محدود لہٰذا مناسبت یہ
چاہتی ہے کہ مسح والے دونوں اعضا میں بھی یہی ترتیب ہو یعنی پہلا غیر محدود ہو اور
دوسرا محدود اسلئے خداوند عالم نے سر کی کوئی حد نہیں بیان کی اور پاؤں کی حد بیان کی ہے
پس دونوں جملے یکساں ہوگئے لہٰذا پاؤں کا بھی حکم وہی ہونا چاہئے جو سر کا ہے یعنی مسح
ایک گروہ نے جب دیکھا کہ کسی طرح بات نہیں بنتی تو انہوں نے کہا کہ ارجلکم در حقیقت
فاغسلوا کی تحت میں ہے لیکن اس کو زیر جو ہوگیا ہے وہ بقاعدہ جرِ جوار ہوگیا ہے
یعنی لفظ ارجلکم چونکہ ایک ایسے لفظ کے بعد واقع ہوا ہے جس کو زیر ہے لہٰذا اسکی
ہمسائیگی کی بنا پر اس کو بھی زیر ہوگیا ہے ورنہ حکم مسح میں یہ اسکے ساتھ شریک نہیں ہے

لیکن قبل اسکے کہ ہم لوگ اسکا جواب دیں اپنی لوگوں کو یہ بات بری معلوم ہوئی اور زجاج
نے کہہ دیا کہ اس قسم کی ترکیبیں قرآن مجید میں جائز نہیں ہیں نیز اسکا قاعدہ جر جوار وہاں جاری
ہوتا ہے جہاں خلط اور اشتباہ کا خطرہ نہ ہو لیکن جہاں اشتباہ پیدا ہو جائے وہاں جائز نہیں ہے
اور یہ کہ یہ قاعدہ وہیں جاری ہوتا ہے جہاں حرف عطف نہ آیا ہو اور جہاں حرف عطف آیا ہو
وہاں جائز نہیں ہے اور اس آیت میں اشتباہ کا خطرہ بھی ہے اور حرف عطف یعنی
واؤ بھی درمیان میں موجود ہے

ایک گروہ نے کہا ہے کہ چونکہ صحاح میں حدیثیں موجود ہیں جو وضو میں مسح کے بدلے پاؤں
دھونے کا حکم دیتی ہیں لہذا پاؤں کو دھونا چاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر قرآن جب کہ
صاف صاف مسح کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اسکے مقابلہ میں حدیثیں رد کر دی جائینگی کیونکہ
قرآن ہی معیار ہے حدیثوں کے پرکھنے کا جو حدیثیں قرآن کے موافق ہونگی وہ قبول کی جائینگی
اور جو مخالف ہونگی وہ رد کر دی جائینگی

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ارجلکم کے لام کو زبر پڑھا جائے یا زیر بہر صورت پاؤں کا مسح کرنے
کا حکم ثابت ہوتا ہے اور دھونا ثابت نہیں ہوتا اگر زبر پڑھا جائے تو محل رؤسکم پر معطوف
ہوگا اور اگر زیر پڑھا جائے تو ظاہر ہے کہ رؤسکم پر معطوف ہوگا اور اجماع امامیہ اور شیعہ
اور اہلسنت کی بہت سی حدیثوں سے بھی پاؤں کے مسح کا ہی حکم ثابت ہے

(حدیثیں بطریق اہلسنت)

ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رأیت النبی ص یتوضا و مسح علی نعلیہ ثم قام فصلی
یعنی میں نے نبی کریم ص کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا حضرت نے اپنے نعلین پر مسح کیا پھر کھڑے
ہوئے اور نماز پڑھی۔ تفسیر مجمع البیان پارہ ۶ جلد اول) واضح ہو کہ خوف یا شدید سردی وغیرہ کی صورت میں جوراب
یا نعلین پر مسح کرنا جائز ہے نیز ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کر کے پیغمبر خدا کے وضو کا طریقہ لوگوں کو دکھایا
اور حذیفہ یمانی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت پیغمبر خدا ص نے ایک مقام پر استنجا کیا
[illegible]

اسکے بعد پانی منگایا اور وضو کیا اور دونوں پاؤں کا مسح کیا اس کو ابو عبیدہ نے غریب الحدیث میں نقل کیا ہے (مجمع البیان جلد ۱ پارہ ۶) اور عینی شارح بخاری نے اپنی شرح میں پاؤں کے مسح کے متعلق سات حدیثیں نقل کی ہیں اور شمس الدین بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اور ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ وضو میں پاؤں کا دھونا سے اختلاف کیا ہے ابن عباس اور انس بن مالک اور حضرت علی (علیہ السلام) نے اور امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اسمیں اختلاف ہے کہ پاؤں کا مسح کرنا چاہئے یا دھونا قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس اور انس بن مالک اور عکرمہ اور شعبی اور محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ مسح واجب ہے اور یہی شیعوں کا مذہب ہے (تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ مطبوعہ مصر) قتادہ نے کہا ہے کہ خدا نے وضو میں

(حدیثیں بطریق شیعہ)

اہلبیت رسول سے جو حدیثیں پاؤں کے مسح کے متعلق وارد ہوئی ہیں حد شمار سے باہر ہیں جیسا کہ صاحب انتصار نے دعویٰ کیا ہے اور مسح پر اجماع امامیہ قائم ہے (مستمسک عروۃ جلد ۱ و مجمع البیان جلد ۱ پارہ ۶ و وسائل الشیعہ جلد ۱) وغیرہ اور یہ حدیثیں قرآن کے مطابق بھی ہیں

(وہ چیزیں جنکے لئے وضو واجب ہے)

۱ نماز واجب اور اسکے بھولے ہوئے اجزاء اور سجدہ سہو عـہ اور نماز احتیاط کیلئے

۲ واجب طواف کیلئے - ان چیزوں کی صحت کیلئے بلکہ ہر مستحبی نماز کے صحیح ہونے کیلئے بھی وضو شرط ہے اور واجب ہے وضو میں باب المقدمہ قرآن کے حروف اور نقطہ اور زیر زبر وغیرہ اور خدا کے نام اور اسکے خاص صفات جیسے رحمن و رازق و خالق وغیرہ کے چھونے کیلئے اور انبیاء و اوصیاء و حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ناموں کے چھونے کیلئے بھی احتیاطاً وضو واجب ہے عـہ جبکہ انکے چھونے کی نذر کی ہو یا اور کسی سبب سے چھونا چاہیں اور اسیطرح

عـہ احتیاطاً واجب ہے محسن حکیم مدظلہ عـہ احتیاطاً مستحب ہے محسن حکیم مدظلہ

کو ابو عبید نے غریب الحدیث

نے اپنی شرح میں پاؤں

دی نے اپنی تفسیر معالم

میں پاؤں کا دھونا سے

علیہ السلام) نے اور

ں کا مسح کرنا چاہئے یا

الک اور عکرمہ اور

جیسے ہے اور یہی شیعوں

دہ نے کہا ہے کہ خدا نے وضو

میں دو اعضاء کا دھونا واجب کیا ہے اور دو اعضاء کا مسح کرنا

ابن علیہ نے حمید سے اور انہوں نے موسی بن انس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ موجود تھے جب حجاج نے

اھواز میں خطبہ پڑھا اور طہارت کا ذکر کر کے آیت فاغسلوا وجوھکم [illegible] وایدیکم وامسحوا برؤسکم

کی تلاوت کر کے کہا کہ پاؤں سے زیادہ کوئی عضو نجاست سے نزدیک نہیں ہوتے پس تم لوگ نیچے اوپر

اور پیچھے بھی دھو لیا کرو۔ یہ سنکر انس نے کہا کہ سچ فرمایا اللہ نے اور جھوٹ بولا حجاج خدا نے

حکم دیا ہے کہ مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا کعبین تک تفسیر مجمع البیان جلد ا پارہ ۶

رد ہوگی ہی حد شمار سے

یرا اجماع امامیہ قائم ہے

جلد ا) دیکھو اور یہ حدیثیں

ور نماز احتیاط کیلئے

بھی نماز کے صحیح ہونے کیلئے

حروف اور نقطہ اور زیر و

خالق وغیرہ کے چھوٹنے کیلئے

ونے کیلئے بھی احتیاطا وضو

چھونا چاہیئے اور اسی طرح

کم موطلہ

سے نذر اور عہد اور قسم کی وجہ سے بھی وضو واجب ہو جاتا ہے

(وہ چیزیں جنکی وجہ سے وضو واجب ہو جاتا ہے اور اگر ہو تو ٹوٹ جاتا ہے)

۱ پیشاب ۲ پاخانہ ۳ ریاح کا پاخانہ کے مقام سے خارج ہونا آواز کے ساتھ ہو یا بے آواز

اصلی مخرج سے ہوں یا عارضی لیکن شرط یہ ہے کہ سوراخ ایسی جگہ پر ہو کہ اس سے خارج ہونے والی

چیز کو پیشاب پاخانہ یا ریاح کہیں ۴ وہ نیند جو آنکھ اور کان پر غالب آ جائے پانچویں ۵ بیہوش ہو جانا

چھٹیں ۶ نشہ کی چیز پیکر مست ہو جانا آٹھویں ۸ پیشاب کرنے کے بعد عضو مخصوص سے ایسی تری کا

خارج ہونا جسکے متعلق معلوم نہ ہو کہ پیشاب ہے یا کوئی دوسری چیز۔ خواہ استبراء کرنے کے وقت

نکلے یا اس سے پہلے خواہ پیشاب کرنے بعد فوراً نکلے یا دیر کے بعد نکلے البتہ پیشاب

کرنے کے بعد اگر اتنی دیر گذر جائے کہ اطمینان اور علم ہو جائے کہ پیشاب کا کوئی قطرہ اب پیشاب

کی نالی میں باقی نہیں ہے اسکے بعد کوئی رطوبت خارج ہو تو وضو واجب نہ ہوگا۔ نویں ۹ خون استحاضہ

قلیلہ ہو یا متوسطہ یا کثیرہ دسویں خون حیض گیارہویں ۱۱ خون نفاس بارہویں ۱۲ انسان کے مردہ

کو چھونا بنا بر احتیاط کے۔ مسئلہ جنابت کی وجہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن وضوء واجب نہیں ہوتا

بلکہ نماز کیلئے صرف غسل جنابت کافی ہے لیکن غسل کے پہلے وضو کر لینا افضل اور احوط ہے

اور استحاضہ اور حیض و نفاس کی وجہ سے غسل اور وضو دونوں واجب ہیں اور مردہ کو چھونے

سے غسل واجب اور وضوء احوط ہے مسئلہ ان بارہ چیزوں میں سے کسی ایک کے حاصل ہونے

کا اگر علم ہو جائے تو وضو واجب ہو جائے گا اور اگر وضو موجود تھا تو ٹوٹ جائے گا اسیطرح اگر انمیں

سے کسی ایک کے حاصل ہونے کا ایسا گمان پیدا ہو جائے جو قریب یقین کے ہو تو احوط یہ ہے کہ

پھر سے وضو کرے اور اگر وضو سے تھا تو اسکے توڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وضو کر لے

عہ احتیاطاً مس حکیم موظلہ عنہ وضو واجب ہے علی الاحوط مس حکم موظلہ

(وضو کی حقیقت)

وضو میں پہلے نیت کرنی چاہئے نیت کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کسی عبادت کے بجا لانے کا ارادہ کرے اس لئے کہ خداوند عالم جل جلالہ سزاوار عبادت ہے اور پست درجہ یہ ہے کہ عبادت کا ارادہ کرے اس لئے کہ خدا اس کو اپنے عذاب سے نجات دے اور بہشت عنایت فرمائے اور وضو کی نیت کا طریقہ (ادنیٰ اور بہتر) یہ ہے کہ اپنے دل میں سوچے کہ میں وضو کرتا ہوں واسطے رفع ہونے حدث کے اور مباح ہونے نماز کے واجب یا مستحب قربۃً الی اللہ۔ اگر واجب عبادت کے لئے وضو کر رہا ہو تو واجب قربۃً الی اللہ کہے اور اگر مستحب عبادت کے لئے کر رہا ہے تو مستحب قربۃً الی اللہ کہے۔ نیت کو زبان سے ادا کرنا غلط ہے احوط اور اولیٰ یہ ہے کہ منہ دھونے کے وقت نیت کرے اور بہتر یہ ہے کہ ہاتھ دھونے کے وقت نیت کرے اور وضو کی نیت پر فارغ ہونے کے وقت تک باقی رہے یعنی درمیان وضو میں وضو نہ کرنے کا ارادہ نہ کرے پس اگر کوئی اثنائے وضو میں وضو نہ کرنے کا ارادہ کرے یا وضو کرنے اور نہ کرنے میں متردد ہو جائے اور اسی عالم میں کچھ افعال وضو بھی بجا لائے یہاں تک کہ موالات باطل ہو جائے تو وضو باطل ہو جانے گا لیکن اگر قبل اسکے کہ ~~[illegible]~~ وہ کوئی فعل وضو بجا لائے اور موالات ختم ہو جائے فوراً نیت کر لے تو وضو صحیح رہے گا اور اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ وضو کرنے والا اس امر سے غافل نہ ہو کہ کیا کر رہا ہے

مسئلہ واجب کی نیت سے وضو یا غسل اس وقت کرنا چاہئے جبکہ یا تو نماز کا وقت داخل ہو گیا ہو یا اگر نماز کا وقت نہیں آیا ہو تو کوئی قضا نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو جو اسکے ذمہ ہو لیکن اگر نہ تو کوئی قضا نماز پڑھنے کا ارادہ ہے نہ کسی نماز کا وقت داخل ہوا ہے مثلاً صرف قربۃً الی اللہ کافی ہے محسن حکیم مدظلہ

[illegible]

فرض کیجئے کوئی قبل زوال وضو یا غسل کرنا چاہتا ہو تو باطہارت رہنے کیلئے یا مستحبی نماز پڑھنے کی نیت سے صرف بنیت قربت وضوء یا غسل کر سکتا ہے یا نماز کے علاوہ اور جن چیزوں کیلئے وضو یا غسل ضروری ہے انکے لئے کر سکتا ہے

مسئلہ ایسے مستحبی وضو سے جو رافع حدث ہو واجب نمازیں پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح ہے اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے کوئی بہ نیت مستحب غسل جنابت کرے تو اسی غسل سے اگر باقی ہو تو نماز واجب پڑھ سکتا ہے مثلاً اگر کسی شخص نے مستحب وضو جو رافع حدث ہو یا مستحب غسل کیا اسکے بعد اسکے جی میں آیا کہ نماز قضا پڑھ لینا یا یہ کہ واجب نماز کا وقت داخل ہو گیا اور وضو یا غسل باقی ہے تو اسی وضو یا غسل سے نماز واجب پڑھ سکتا ہے

مسئلہ اگر کسی شخص کو واجب وضو کرنا چاہئے مثلاً نماز کا وقت آگیا ہے اور وہ نماز پڑھنا چاہتا ہے جب لیکن وہ کسی مستحبی عبادت کیلئے مستحب وضو کرنا چاہے تو کر سکتا ہے

مسئلہ اگر کسی شخص کو سلس البول کی شکایت ہو کہ قطرہ قطرہ برابر پیشاب جاری رہتا ہو تو اسکو چاہئے کہ وضو میں رفع حدث کی نیت نہ کرے بلکہ یوں نیت کرے کہ وضو کرتا ہوں [illegible] قربۃ الی اللہ اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جس کو ریاح کی شکایت ہو کہ وہ رفع حدث کی نیت نہ کر سکتا ہو

مسئلہ اگر کوئی شخص درمیان وضو میں یہ بھول جائے کہ وہ کس نیت سے وضو کر رہا ہے واجب یا مستحب ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اسی وضو کو ختم کرے لیکن یہ خیال رکھے کہ کس کام کے لئے وہ وضو کر رہا اور اسی کے ارادے سے وضو کو تمام کرلے

مسئلہ بجز رضائے پروردگار کے اور کوئی دوسری غرض نیت میں داخل نہیں ہونی چاہئے پس اگر کوئی شخص دوسروں کو دکھانے کی غرض سے وضو کرے یا ٹھنڈک یا منہ پر سے گرد و غبار وغیرہ صاف ہو جائے کی نیت سے وضو کرے تو وضو باطل ہے اور اگر کوئی شخص وضو میں

مستقل دو مقصود رکھتا ہو نیت قربت بھی اور ریا بھی یا گرد و غبار سے منہ کی یا ہاتھوں کی صفائی بھی تو ریا کی شرکت کی صورت میں تو وضو باطل ہے لیکن صفائی یا کسی کی تعلیم وغیرہ کے ارادے کی شرکت کی صورت میں احتیاطاً پھر سے وضو کر لے ؏

وضو میں نیت کے بعد پہلے منہ دھونا واجب ہے سر کا بال اوگنے کی جگہ سے ٹھوڑی تک لمبائی میں اور چوڑائی میں کانوں کی طرف جہاں تک بچلی اونگلی اور انگوٹھا گھیر لے اوپر سے نیچے کی طرف دھونا واجب ہے اور واجب ہے کہ منہ کو بال اوگنے کی جگہ سے کچھ اوپر سے [redacted] اور اسی طرح چوڑائی میں کانوں کی طرف کا کچھ حصہ بڑھا کر دھوئیں اور ناک کے کناروں کو بھی دھوئیں تاکہ یقین پیدا ہو جائے کہ منہ کا جتنا حصہ دھونا واجب تھا وہ دھل گیا۔ ڈاڑھی کے بالوں سے اگر کھال چھپی ہوئی ہو اس کا دھونا واجب نہیں ہے لیکن اگر ڈاڑھی (خدانخواستہ) موجود نہ ہو یا بال کہیں ہوں کہیں نہ ہوں تو کھلی ہوئی کھال کا دھونا واجب ہے

دوسرے دونوں ہاتھوں کا دھونا واجب ہے پہلے داہنے ہاتھ کو پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سے انگلیوں کے سرے تک اور واجب ہے کہ کہنی کے کچھ اوپر سے [redacted] انگلیوں کے سرے تک الٹا دھونے سے وضو باطل ہو جائیگا اور اگر کسی کے ہاتھ میں کچھ حصہ گوشت یا چمڑے کا زائد ہو تو اسکو بھی دھونا واجب ہے اسی طرح سے اگر کسی کا ہاتھ کٹ گیا ہو تو جس قدر باقی ہے اسی کو دھونا چاہئے

مسئلہ منہ اور ہاتھوں کو اس طرح دھونا چاہئے کہ پورے اعضا دھل جائیں اور ایک بال کی جگہ بھی چھوٹنے نہ پائے ورنہ وضو باطل ہو جائے گا

مسئلہ منہ اور ہاتھوں کو ایک ایک مرتبہ دھونا واجب ہے اور دوسری مرتبہ دھونا مستحب ہے لیکن تیسری مرتبہ دھونا حرام ہے

م مسئلہ منہ اور ہاتھوں کے دھونے میں اختیار ہے کہ چاہے ایک چلو پانی ڈال کر دھو لیں

عہ اگر ضمیمہ تابع ہو یا امر خدا اور ضمیمہ دونوں باستقلال سبب وضو ہوں تو وضو باطل نہ ہوگا محسن حکیم مو ظلہ

یا دو یا چار چھ دس چلو پانی ڈال کر دھوئیں۔ غرض یہ کہ اعضا پر تین چار دس چلو پانی ڈال دینا حرام نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ دھونا حرام ہے

مسئلہ ~~[illegible]~~ دھوئے اور مسح کرنے کی جگہوں پر اگر کوئی چیز لگی ہو جو دھوئے اور مسح کا پانی پہونچنے سے روکتی ہو تو اس کو صاف کر لینا اور ہٹا دینا چاہئے

تیسرے سر کے آگے کے حصہ پر مسح کرنا واجب ہے اوپر سے نیچے کی طرف اس قدر کہ لوگ اس کو مسح کرنا کہیں مثلاً یہ کہ انگلیوں کے سرے سے ذرا سا کھینچ دیں لیکن بہتر یہ ہے کہ تین انگلیوں سے مسح کریں اور ایک انگل لمبان میں ہو اور نیچے سے اوپر کی طرف مسح نہیں کرنا چاہئے

مسئلہ سر کے بال بڑھ کر اگر سر کی حد سے باہر نہ نکل گئے ہوں تو انپر مسح کرنا جائز ہے اور اگر نکل گئے ہوں تو جائز نہیں ہے

مسئلہ وضو کا پانی جو ہاتھ میں لگا ہو اسی سے مسح کرنا چاہئے دوسرا پانی نہیں لینا چاہئے

چوتھے دونوں پیروں کا مسح کرنا واجب ہے احوط یہ ہے کہ سر اور داہنے پاؤں کا مسح داہنے ہاتھ سے کرے اور بائیں پاؤں کا مسح بائیں ہاتھ سے ناخنوں سے پنڈلی کے جوڑ تک جسکا سلسلہ نہ ٹوٹے تاکہ کوئی حصہ پاؤں کا چھوٹ نہ جائے اور چوڑان اتنی ہونی چاہئے کہ کہا جائے کہ مسح کیا لیکن افضل یہ ہے کہ پوری ہتھیلی سے مسح کرے اور احوط یہ ہے کہ انگلیوں سے مسح شروع کریں اور پنڈلی کے جوڑ پر ختم کریں اسی طرح سے افضل یہ ہے کہ پہلے داہنے پاؤں کا مسح کریں پھر بائیں پاؤں کا اور جبتک انگلیوں پر وضو کا پانی موجود ہو مسح کے واسطے ڈاڑھی یا دوسرے اعضائے وضو پر سے پانی لینا احتیاطاً جائز نہیں ہے ہاں اگر ہاتھ خشک ہو گیا ہو تو جائز ہے

لیکن ڈاڑھی کے وہ بال جو منہ کی حد سے باہر ہوں اوپر سے پانی نہیں لینا چاہئے

مسئلہ مسح کی جگہوں کو خشک ہونا چاہئے اور اگر ان کی تری اس قدر خفیف ہو کہ مسح کا پانی اس پر غالب آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے مسئلہ اگر وضو کرنے والا بایاں ہاتھ دھوتا ہوا کھڑا ہو جائے اور دس پانچ قدم اس غرض سے چلا جائے کہ کہیں پر پاؤں ٹیک کر مسح کرے تو اگر اسکے ہاتھ کا پانی خشک نہ ہو جائے تو وضو صحیح ہو جائے گا

(وضو کی شرطیں)

وضو میں چند چیزیں معتبر ہیں ایک نیت جسکا بیان گزر چکا دوسرے ترتیب یعنی واجب ہے کہ پہلے منہ دھوئے اسکے بعد داہنا ہاتھ اسکے بعد بایاں ہاتھ اسکے بعد سر کا مسح اسکے بعد پاؤں کا مسح کرے اور احوط یہ ہے کہ پہلے داہنے پاؤں کا مسح کرے اسکے بعد بائیں پاؤں کا - مسئلہ اگر بھولے سے کوئی شخص بعد میں دھوئے جانے والے عضو کو پہلے دھولے یا پہلے دھوئے جانے والے عضو کو بعد میں دھولے تو چاہئے کہ صرف اسی عضو کی ترتیب درست کرکے پھر سے دھولے

تیسرے موالات یعنی واجب ہے کہ وضو کے فعلوں کو پے در پے بجا لائے یعنی ایک عضو کے دھونے کے وقت اسکے پہلے والا عضو خشک نہ ہو جائے کیونکہ اگر دیر کرنے کی وجہ سے پہلے والا عضو خشک ہو جائے گا تو وضو باطل ہو جائے گا ہاں اگر شدت کی گرمی یا اور کسی سبب سے باوجود پے در پے دھونے کے بھی پہلا عضو خشک ہو جائے تو وضو باطل نہ ہوگا چوتھے واجب ہے کہ افعال وضو کو اگر خود بجا لا سکتا ہو تو خود بجا لائے پس اگر افعال وضو کے بجا لانے میں دوسرا شخص اس طرح شریک ہو کہ دیکھنے والا یہ کہے کہ اس نے خود وضو نہیں کیا بلکہ دوسرے نے وضو کر دیا ہے تو وضو باطل ہو جائے گا چاہے کہ وضو میں دوسرے کو شریک کیا ہو اور مدد لی ہو یا بھولے سے یا غفلت اور جہالت سے یہی حکم دھوئے جانے والے اعضا کا بھی ہے اور مسح والے اعضا کا بھی اور صرف وضو ہی کا نہیں بلکہ غسل اور تیمم کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کوئی شخص خود

یعنی ڈاڑھی کے وہ بال جو منہ کی حد سے باہر ہوں
مسئلہ مسح کی جگہوں کو خشک ہونا چاہئے اور اگر ان کی
مسح کا پانی اس پر غالب آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں
کمزور ہو جائے اور دس پانچ قدم دس عرض سے چلا جائے اگر کہیں پر پاؤں ٹھیک کر مسح کرے
وضو صحیح ہو جائے گا　(وضو کی شرطیں)
وضو میں چند چیزیں معتبر ہیں ایک نیت جسکا بیان گزر
واجب ہے کہ پہلے منہ دھوئے اسکے بعد داہنا ہا
اسکے بعد سر کا مسح اسکے بعد پاؤں کا مسح کرے۔ اد
کا مسح کرے اسکے بعد بائیں پاؤں کا۔ مسئلہ اگر
دھوئے جانے والے عضو کو پہلے دھولے یا پہلے دھو
دھولے تو چاہئے کہ صرف اسی عضو کی ترتیب درست
۳
تیسرے موالات یعنی واجب ہے کہ وضو کے فعلو
ایک عضو کے دھونے کے وقت اسکے پہلے والا عضو
کرنے کی وجہ سے پہلے والا عضو خشک ہو جائیگا تو وضو
کی گرمی یا اور کسی سبب سے باوجود پے در پے دھو
تو وضو باطل نہ ہوگا چوتھے واجب ہے کہ افعال وضو
پس اگر افعال وضو کے بجالانے میں دوسرا شخص ا

مسئلہ وضو میں اعضا کے دھونے اور مسح کرنے کے وقت اس عضو کو کھینچنا چاہئے جس سے دھویا جا رہا ہے یا مسح کر رہا ہے اور اس عضو کو نہیں کھینچنا چاہئے جس کو دھویا ہے یا جس پر مسح کر رہا ہے
مسئلہ اگر کسی کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا ہاتھ کلائی سے کٹا ہو تو جو حصہ ہاتھ کا باقی ہے اس کے سرے سے مسح کرے

کسی مجبوری کی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا تو جائز ہے کہ کسی سے مدد لے جو
اس کو وضو کرا دے اور ایسی صورت میں احتیاطا دونوں کو نیت کرلی
چاہیئے اگرچہ بظاہر صرف وضو کرنے والے کا نیت کر لینا کافی ہے

۵ پانچویں وضو کا پانی خالص ہونا چاہیئے کنویں کا پانی ہو یا دریا یا نہر و تالاب کا کھاری
ہو یا میٹھا ہو۔ عرق گلاب و کیوڑا و عرق گاؤزبان خربزے تربزے کے پانی سے
وضو نہیں کر سکتے مسئلہ اگر پانی میں تھوڑا سا نمک یا گلاب وغیرہ ڈال دیں تو
جبتک اس کو خالص پانی کہا جائے اسوقت تک اس سے وضو کرنا صحیح ہے

۶ چھٹیں وضو یا غسل کا پانی غصبی نہ ہونا چاہیئے یا اپنا مال ہو یا مالک اسکا وضو
یا غسل کرنے سے راضی ہو یا صاف اجازت دے یا متعلقات کی بنا پر یقینی طور پر معلوم
ہو کہ ناراض نہ ہوگا مسئلہ سفر میں جو نہر یا گڑھے یا کنویں وغیرہ ملا کرتے ہیں اگر وضو یا
غسل کرنے سے اسکے مالک کی ناراضگی معلوم نہ ہو تو اسے وضو یا غسل کرنا جائز ہے
مسئلہ اگر مباح پانی میں غصبی پانی مل جائے اور اتنا کم ہو کہ اسکی تقسیم یا قیمت کا اندازہ
ممکن نہ ہو تو اسمیں تصرف کرنے میں اشکال ہے اور مالک کی اجازت ضروری ہے -
مسئلہ اگر کسی مقام پر کچھ غصبی پانی رکھا ہو کچھ مباح لیکن دونوں اس طرح مشتبہ ہوگئے ہوں
کہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے کون غصبی ہے اور کون مباح ہے تو اس سے وضو کرنا جائز
نہیں ہے مسئلہ اگر کسی کو معلوم ہی نہ ہو کہ غصبی پانی سے وضو کر رہا ہے اور معذور ہو یا بعد لے سے وضو کرلے
تو ایسے وضو کی صحت میں اشکال ہے اور اسکو پانی کا بدلہ دینا ہوگا

ساتویں جس زمین یا فرش پر بیٹھ کر وضو یا غسل کر رہا ہے اس کو غصبی نہ ہونا چاہیئے
لیکن اگر لاعلمی کی وجہ سے کسی جگہ بیٹھ کر وضو کر لے اور اسکے بعد اسکا غصبی ہونا معلوم ہو تو
تو وضو صحیح رہے گا اسی طرح سے جس برتن سے وضو کر رہا ہے اسکو بھی غصبی نہیں ہونا چاہیئے
اور چاندی اور سونے کا نہ ہو ورنہ وضو باطل ہو جائے گا

عہ سونا یا چاندی کے برتن سے اگر چلو چلو پانی لیکر یا اسی برتن سے گرا گرا کر وضو کرے تو وضو صحیح رہے گا لیکن اگر اس میں
ڈوبا کر وضو کرے تو باطل ہوگا محسن حکیم مد ظلہ

۸
آٹھویں جس جگہ وضو یا غسل کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی غصبی نہ ہونا چاہئے اگر غصبی ہوگا
تو وضو اور غسل باطل ہو جائے گا اگر اسکے سوا پانی گرنے کی کوئی دوسری مباح جگہ نہ ہو
۹
نویں وضو اور غسل کا پانی نجس نہیں ہونا چاہئے ورنہ وضو اور غسل باطل ہو جائینگے
بلکہ اگر کوئی شخص بغیر کسی مجبوری کے نجس پانی سے وضو یا غسل کو جائز سمجھ کر وضو
یا غسل کرے تو گنہگار ہوگا۔ مسئلہ اگر کوئی لاعلمی میں یا بھولے سے نجس پانی
سے وضو یا غسل کر لے جب بھی وضو اور غسل باطل ہوگا۔
۱۰
دسویں وضو یا غسل کرنے میں نقصان کا خوف نہ ہو پس اگر بیمار ہو جائے یا بیماری کے بڑھ
جانے کا یا بیماری کے طول کھینچنے کا خوف ہو یا وضو کرنے میں نماز کا وقت تنگ ہو جانے کا
خوف ہو یا خود اس کو یا اسکے ساتھی کو مومن ہو یا کافر پیاس کا یا پانی کی دوسری
شدید ضرورت پیش آنے کا خطرہ ہو بشرطیکہ وہ ساتھی اسکے عیال میں داخل ہو
یا کوئی نفس محترم بغیر پانی کے ہلاک ہو رہا ہو اسکا رفیق ہو یا نہ ہو ان کل صورتوں میں غسل
یا وضو نہ کرے بلکہ تیمم کرے اور اگر وضو کرے گا تو باطل ہوگا
مسئلہ چونکہ اس مسئلہ میں ضرر کا معلوم ہونا شرط ہے اس لئے اگر کسی کو ضرر پہنچنے
کا علم نہ ہو تو غسل یا وضو صحیح ہوگا اگرچہ وہ نقصان دہ ثابت ہو
۱۱
گیارہویں اعضائے غسل اور وضو کا پاک ہونا ضروری ہے پس اگر نجس عضو پر غسل یا وضو کریگا تو
باطل ہو جائے گا مسئلہ اگر کسی کا عضو نجس ہو اور وہ چاہے کہ وضو کا پانی اسطرح گرائے کہ
عضو بھی پاک ہو جائے اور اسی سے وضو بھی ہو جائے تو یہ کافی نہ ہوگا بلکہ چاہئے یہ کہ پہلے عضو کو
پاک کریں اسکے بعد عضو کو سکھا کر تب وضو کریں مسئلہ وضو کیلئے اعضاء وضو کے علاوہ
وضو کرنے والے کے دوسرے اعضا کا پاک ہونا شرط نہیں ہے
۱۲
در صورت اختیار مثل مرہم چپکی موزاہ [illegible]
بارہویں اعضائے وضو پر کوئی چیز حائل نہیں ہونی چاہئے [illegible]
[illegible] پس اگر کوئی چیز حائل ہو تو اسے ہٹا لینا چاہئے ہاں کسی مجبوری کی

صورت میں جائز ہے۔ مسئلہ اگر کسی کے اعضائے وضو پر کوئی ایسی چیز لگی ہو جسکے لگے رہنے
کی حالت میں جلد تک پانی کے پہونچنے میں شک ہو [illegible]
[illegible] یا اسکی تحقیق کرکے اطمینان کر [illegible] کہ پانی
کھال تک پہونچ گیا۔

(جبیرہ کے احکام)

اگرچہ جبیرہ ٹوٹے ہوئے عضو کو باندھنے کا نام ہے لیکن یہاں پر جبیرہ سے صرف یہی مقصود نہیں ہے
بلکہ پھوڑا پھنسی زخم وغیرہ پر پھایا پٹی جو چپکا دیا گیا ہو یا درد وغیرہ کی جگہ پر دوا کا لیپ لگا یا
گرتے ہیں سب کو جبیرہ ہی کے حکم میں قرار دیا ہے

مسئلہ اگر وضو یا غسل میں جبیرہ کو ہٹا کر دھونا ممکن ہو اور نقصان کا خوف نہ ہو تو اسکو ہٹا کر
دھونا واجب ہے مسئلہ اگر جبیرہ کو ہٹا کر دھونا ممکن نہ ہو لیکن جبیرہ والے عضو کو اتنی دیر تک
پانی میں ڈوبانا یا اس پر اس قدر پانی گرانا ممکن ہو کہ عضو تک پانی پہونچ کر عضو دھل جائے اور نقصان
کا خوف نہ ہو تو عضو تک پانی پہونچانا واجب ہے مسئلہ اگر عضو تک پانی پہونچانا ممکن نہ ہو یا اس وجہ سے
کہ نقصان کا خوف ہو یا اس وجہ سے کہ عضو نجس ہو اور پاک کرنا ممکن نہ ہو تو چاہئے کہ جبیرہ کے
اوپر سے مسح کر لے اگر جبیرہ کی اوپر والی سطح پاک ہو اور اگر جبیرہ کے اوپر کی سطح نجس ہو
تو احتیاطاً اسکے اوپر سے ایک پاک کپڑا [illegible] اس پر مسح کرے اور اگر مسح کے لئے ہاتھ کی تری کافی
نہ ہو تو دوسرے پانی سے ہاتھ بھگا کر جبیرہ پر اس قدر پھیرے کہ جبیرہ کی اوپر والی سطح پوری بھیگ
جائے اور اگر نجس جبیرہ کے اوپر پاک کپڑا رکھ کر اس پر مسح کرنا بھی ممکن نہ ہو تو جبیرہ پر ہی مسح کرے
اور احتیاط واجب ہے کہ اس صورت میں نماز کیلئے تیمم بھی کر لے

مسئلہ اگر عضو کا دھونا ممکن نہ ہو لیکن اس پر مسح کرنا ممکن ہو تو جبیرہ کو ہٹا کر عضو پر مسح کرنا واجب ہے
لیکن بہتر یہ ہے کہ عضو اور جبیرہ دونوں پر مسح کرے

مسئلہ اگر عضو پر بے ضرورت کوئی چیز چپکائی ہو لیکن اب اسکے چھڑانے میں اذیت ہوتی ہو تو

تو اسپر وضو بھی کرے اسی قاعدہ سے جو جبیرہ میں بیان کیا گیا اور احتیاطاً واجب ہے کہ تیمم بھی کر لے مسئلہ اگر اعضائے وضو پر جبیرہ نہ ہو لیکن کسی بیماری کی وجہ سے کسی عضو پر پانی سے نقصان کا خوف ہو تو تیمم کرنا واجب ہے اور آشوب چشم کا بھی یہی حکم ہے اگر پانی مضر ہو

مسئلہ مسح کے مقامات پر اگر جبیرہ ہو تو اسکا بھی وہی حکم ہے جو دھوئے جانے والے اعضا کا ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ دھوئے جانے والے اعضا پر مسح کرنے کیلئے اگر ہاتھوں کی تری کافی نہ ہو تو دوسرے پانی سے ہاتھ بھگا سکتے ہیں لیکن مسح والے اعضا میں لازم ہے کہ وضو کے پانی کی تری جو ہاتھوں پر ہے اسی سے مسح کرے دوسرا پانی نہ لے مسئلہ اگر تیمم کے اعضا پر جبیرہ ہو اور ہٹانا ممکن نہ ہو تو جبیرہ ہی پر تیمم کرے

(وضو میں شک کا بیان)

مسئلہ اگر کسی کو حدث کا یقین ہو لیکن اسمیں شک (یا وہم یا گمان) ہو کہ اسکے بعد وضو کیا کہ نہیں تو اس پر وضو واجب ہے

مسئلہ اگر کسی کو وضو کا یقین ہو لیکن اسمیں شک یا وہم یا گمان ہو کہ وضو کی توڑنے والی کوئی چیز صادر ہوئی یا نہیں تو وہ اپنے کو باوضو سمجھے اور اسپر وضو واجب نہیں ہے

مسئلہ اگر کسی کو وضو کا بھی یقین ہو اور حدث کا بھی یقین ہو لیکن اسمیں شک ہو کہ کون پہلے ہوا اور کون بعد میں آیا پہلے وضو کیا تھا اسکے بعد حدث صادر ہوا یا پہلے حدث صادر ہوا تھا اسکے بعد وضو کیا تو اسپر وضو واجب ہے ہاں اگر نماز پڑھنے کے بعد اس کو شک ہوا تو جو نماز [illegible]

مسئلہ وسواسی کے شک کا کوئی اعتبار نہیں ہے

(مکروہات وضو) (۳)

مسئلہ جس مقام پر پیشاب یا پاخانہ کرتے ہیں وہاں پر وضو کرنا اور جس ظروف پر چاندی اور سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے وضو کرنا یا اور جو پانی دھوپ سے گرم ہو گیا ہو یا جس سے غسل جنابت کیا گیا ہو یا جس میں سانپ یا بچھو چھپکلی گر گئی ہو اور گھوڑے گدھے چوپائے اور مردہ خوار اور فضلہ خوار اور دیگر حرام گوشت حیوانات جو نجس نہیں ہیں انکے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے مسئلہ وضو کے پانی کو کپڑے سے خشک کرنا مکروہ ہے

مسئلہ وضو میں [illegible] وضو کے علاوہ دوسرے کاموں میں دوسرے سے مدد لینا مکروہ ہے (جیسے کہ ہاتھ پر پانی ڈلوانا وغیرہ میں)

(۲) (وضو کے وقت پڑھنے کی دعائیں)

جب وضو کے پانی پر نگاہ پڑے تو یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا وَّلَمْ يَجْعَلْهُ نَجِسًا ۔ اور گٹوں سے ہاتھوں کو دھونے کے وقت پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ اور کلی کرنے کے وقت پڑھے اَللّٰهُمَّ لَقِّنِيْ حُجَّتِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ وَاَطْلِقْ لِسَانِيْ بِذِكْرِكَ اور ناک میں پانی ڈالنے کے وقت پڑھے اَللّٰهُمَّ لَا تُحَرِّمْ عَلَيَّ رِيْحَ الْجَنَّةِ وَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يَّشُمُّ رِيْحَهَا وَرَوْحَهَا وَطِيْبَهَا ۔ اور منہ دھونے کے وقت پڑھے اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَسْوَدُّ فِيْهِ الْوُجُوْهُ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ فِيْهِ الْوُجُوْهُ اور داہنا ہاتھ دھونے کے وقت پڑھے اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَالْخُلْدَ فِي الْجِنَانِ بِيَسَارِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۔ اور بایاں ہاتھ دھونے کے وقت کہتی اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِيْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُقَطَّعَاتِ النِّيْرَانِ اور سر کا مسح کرنے کے وقت کہیں کہ اَللّٰهُمَّ غَشِّنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَعَفْوِكَ اور پاؤں کا مسح کرنے کے وقت کہے اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ وَاجْعَلْ سَعْيِيْ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔

(۱) مستحبات وضو

۱ قبل وضو کے مسواک کرنا کم از کم دانتوں کو انگلی ہی سے مل لے ۲ وضو کے پانی کا برتن داہنی طرف رکھنا ۳ وضو سے قبل دونوں ہاتھوں کو گٹوں سے دھونا نیند اور پیشاب کے حدث کیلئے ایک مرتبہ اور پاخانہ کے حدث کیلئے دو مرتبہ ۴ تین مرتبہ کلی کرنا ۵ تین مرتبہ ناک میں پانی دینا ۶ وضو کے وقت ان دعاؤں کا پڑھنا جو اوپر لکھی گئی ہیں ۷ منہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سے دو دو مرتبہ دھونا ۸ ہاتھوں کو کہنی سے پہلی مرتبہ دھونے کے وقت مرد کیلئے مستحب ہے کہ کہنی کی پشت کی طرف سے دھوئے اور دوسری مرتبہ اندر کی طرف سے اور عورت کیلئے اسکے عکس ۹ یہ کہ منہ دھونے کے وقت آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں

[illegible]

۵ مسئلہ

زخموں پر اچھا ہونے کے وقت جو کھرنڈ پڑ جاتی ہے جبتک وہ اپنی جگہ پر ہو اور جزو بدن شمار
کی جاتی ہے وضو کیلیے اسکا چھڑانا واجب نہیں ہے بلکہ اسکے اوپر سے وضو کر لینا کافی ہے اگرچہ
آسانی سے اسکا چھڑانا ممکن ہو لیکن اگر جزو بدن نہیں ہے تو اگر اسکے چھڑانے میں نقصان یا تکلیف
نہ ہو تو چھڑا دینا چاہیئے اور اگر ممکن نہ ہو تو اسکا حکم جبیرہ کا ہوگا اور ایسی صورت میں احتیاطا
تیمم بھی کر لینا چاہیئے